علوم السنہ
شعبہ حدیث اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور
ISSN: 2959-2224 (Online) and 2959-2216 (Print)
Open Access: https://journals.iub.edu.pk/index.php/uas/index
Publisher by: Department of Hadith, The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan.

پاکستان میں فیمنسٹ نظریات اور اسلامی نقطۂ نظر کا تقابلی جائزہ

Comparative Analysis of Feminist Ideologies and the Islamic Perspective in Pakistan

Shahrukh Khan*
PhD Scholar Bahria University Islamabad.
Dr. Muhammad Saeed
Assistant Professor, Bahria University Islamabad

Abstract:
In contemporary Pakistan, feminist movements have played a significant role in advancing the protection and promotion of women's social, legal, and economic rights. Movements such as the "Aurat March" have brought issues of gender equality, the elimination of domestic violence, and women's autonomy into the national discourse. However, several concepts and slogans associated with these movements have generated disagreement and debate within religious and cultural circles. The Islamic perspective is grounded in the principles of justice, balance, human nature, and moral responsibility, which grant both men and women human dignity and fundamental equality while acknowledging natural distinctions in their roles and responsibilities. This research study undertakes a comparative analysis of the ideological and social frameworks of contemporary feminist movements in Pakistan in relation to Islamic principles. While feminist and Islamic viewpoints converge on issues such as education, economic security, and freedom from violence, divergences arise concerning absolute bodily autonomy and the reconfiguration of family structures. The purpose of this study is to offer a balanced perspective that promotes women's legitimate social and legal rights within the boundaries of Islamic values.

Keywords: Feminism, Aurat March, Islamic Perspective, Gender Equality, Social Justice, Bodily Autonomy, Family Structure

تعارف

پاکستان میں گزشتہ چند عشرے کے دوران خواتین کے حقوق کے حوالے سے ایک نمایاں بیداری پیدا ہوئی ہے۔ اس بیداری میں نمایاں کردار ادا کیا ہے مختلف سماجی تحریکوں نے، جن میں سب سے عوامی سطح پر مشہور ہے عورت مارچ۔ یہ تحریک صنفی برابری، گھریلو تشدد کے خاتمے، عورت کی معاشی و قانونی خود مختاری اور سماجی شراکت کے حقوق کو اجاگر کرتی ہے۔ اس کے باوجود، اس تحرّک کے نظریاتی اور عملی نکات پر مذہبی و ثقافتی حلقوں میں اختلافِ رائے پیدا ہوا ہے۔ ایک طرف، یہ تحریکیں جدید فیمنسٹ تصوّرات کی بنیاد پر کام کرتی ہیں، تو دوسری طرف اسلامی نقطۂ نظر عورت و مرد دونوں کے حقوق کو تسلیم کرتا ہے مگر— مساوات اور وقار کے ساتھ — ان کے کردار اور فرائض میں فطری امتیاز کی گنجائش بھی تسلیم کرتا ہے۔ اس مقالے کا مقصد یہی ہے کہ

* Email of corresponding author: shahrukhabbasi0307@gmail.com

پاکستان کی موجودہ فیمنسٹ تحریکوں کے نظریاتی و سماجی تصوّرات کا، اسلامی اصولوں (جیسے عدل، توازن، فطرتِ انسانی، اخلاقی ذمہ داری) کی روشنی میں، تقابلی جائزہ لیا جائے اور ایک متوازن زاویہ پیش کیا جائے جو اسلامی اقدار کی حدود میں رہتے ہوئے خواتین کے جائز سماجی و قانونی حقوق کے فروغ کا ذریعہ بن سکے۔

فیمنسٹ تحریکوں کا تناظر:

پاکستان میں فیمنسٹ تحریکوں کا آغاز برصغیر کی آزادی کے بعد کے سماجی و سیاسی حالات سے جڑا ہوا ہے۔ قیامِ پاکستان کے ابتدائی برسوں میں خواتین کی سیاسی شمولیت اور تعلیم تک رسائی کے حوالے سے نمایاں پیش رفت ہوئی، جس کی مثال فاطمہ جناح، رانا لیاقت علی خان اور بیگم رعنا لیاقت علی خان جیسے رہنماؤں کے کردار سے ملتی ہے۔ تاہم، 1980ء کی دہائی میں جنرل ضیاء الحق کے دور میں نافذ کیے گئے اسلامی قوانین، مثلاً حدود آرڈیننس، نے خواتین کے قانونی اور سماجی حقوق کے حوالے سے نئے مباحث کو جنم دیا۔ اسی پس منظر میں "ویمنز ایکشن فورم" (Women's Action Forum) جیسی تنظیموں نے ابھر کر خواتین کے قانونی، سماجی اور معاشی حقوق کے تحفظ کے لیے آواز بلند کی۔

2000ء کی دہائی کے بعد فیمنسٹ تحریک نے ایک نئے دور میں قدم رکھا، جہاں ڈیجیٹل پلیٹ فارمز اور سوشل میڈیا نے خواتین کو اظہارِ رائے کا نیا ذریعہ فراہم کیا۔ "عورت مارچ" (Aurat March) جیسی جدید تحریکوں نے صنفی مساوات، گھریلو تشدد کے خاتمے، اور عورت کی خود مختاری جیسے موضوعات کو قومی سطح پر اجاگر کیا۔ تاہم، ان تحریکوں کو مذہبی و روایتی حلقوں کی جانب سے شدید تنقید کا سامنا بھی کرنا پڑا، کیونکہ بعض نعرے اور تصورات اسلامی معاشرتی اقدار سے متصادم سمجھے گئے۔

پاکستان میں فیمنسٹ تحریکیں صرف مغربی نظریات کی عکاسی نہیں کرتیں بلکہ یہ ایک مقامی، مذہبی اور ثقافتی سیاق میں پروان چڑھی ہیں۔ بہت سی مسلم دانشور خواتین — جیسے افیاء شیر بانو ضیا، عائشہ خان، فرزانہ باری اور نگہت داد — نے اس بحث میں توازن پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ عورت کے حقوق کو اسلامی اصولوں اور سماجی حقیقتوں کے اندر رہ کر کیسے فروغ دیا جا سکتا ہے۔ فیمنزم بطورِ نظریہ اور تحریک عالمی سطح پر پیدا ہوا، مگر اس کے مقامی رنگ پاکستان میں مختلف ہوئے۔ یہاں کی فیمنسٹ تحریکیں خاص طور پر درج ذیل نکات پر توجہ دیتی ہیں:

1. عورت کی تعلیم اور روزگار تک رسائی۔
2. عورت کی معاشی خود مختاری اور اجرتی بازار میں حصہ۔
3. گھریلو تشدد، جنسی ہراسگی، اور صنفی تشدد کے خاتمے کے لیے آواز بلند کرنا۔
4. قانونی اصلاحات مثلاً وراثت، نکاح، مہر یہ، خلع وغیرہ میں صنفی انصاف۔
5. عورت کی خود ارادیت، خود مختاری اور فیصلہ سازی میں شرکت۔

مثال کے طور پر، کتاب The Women's Movement in Pakistan: Activism, Islam and Democracy مصنفہ Ayesha Khan میں بیان کرتی ہے کہ ۱۹۷۷ کے بعد ضیاء الحق کے دورِ اسلامائزیشن اور اس کے بعد کی تحریکوں نے خواتین کے حقوق کی جدوجہد کو نئی صورت دی۔[1] مزید یہ کہ دیگر مقالہ جات میں یہ دلیل دی گئی ہے کہ "پاکستان میں فیمنزم صرف مغربی نقل نہیں بلکہ ایک علاقائی، سماجی-تاریخی سیاق وسباق کا نتیجہ ہے"۔[2]

اسلامی نقطۂ نظر کا خاکہ:

اسلامی نقطۂ نظر میں عورت کو ایک مکمل، باشعور اور باوقار انسان کے طور پر دیکھا جاتا ہے، جو معاشرے کی تشکیل و تربیت میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ اسلام نے عورت کو زندگی کے ہر میدان میں عزت اور وقار عطا کیا ہے۔ وہ نہ صرف گھر کی زینت ہے بلکہ نسلوں کی تربیت اور اخلاقی قدروں کے فروغ میں اس کا کردار مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ اسلام نے عورت کو وہ مقام دیا جس کا تصور جاہلیت کے دور میں ممکن نہ تھا۔ اسے حقِ ملکیت، حقِ وراثت، حقِ نکاح اور حقِ تعلیم جیسی بنیادی سہولتیں فراہم کیں، تاکہ وہ اپنی زندگی کے فیصلوں میں خودمختار ہو اور کسی بھی قسم کے ظلم یا استحصال کا شکار نہ بنے۔

اسلام عورت کی آزادی کو اخلاق اور سماجی ذمہ داری کے دائرے میں رکھتا ہے، کیونکہ آزادی بغیر اخلاق کے فتنہ بن جاتی ہے۔ اسلام کا نظریہ مساوات محض مادی برابری پر مبنی نہیں بلکہ یہ روحانی اور اخلاقی توازن کا علمبردار ہے۔ اس نظریے میں عورت اور مرد کو ایک دوسرے کا حریف نہیں بلکہ معاون اور تکمیل کرنے والا ساتھی سمجھا گیا ہے۔ خاندان کی بنیاد محبت، اعتماد اور ذمہ داری پر قائم ہے، اور دونوں کا کردار اس ادارے کے استحکام کے لیے ضروری ہے۔ اسلام نے عورت کو نہ صرف عزت دی بلکہ اس کی رائے کو بھی اہمیت دی۔ پیغمبرِ اسلام ﷺ نے اپنی ازواجِ مطہرات سے مشورے لیے اور ان کی دانائی کو قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اسلام عورت کو سماجی اور فکری اعتبار سے شریکِ کار سمجھتا ہے، نہ کہ تابع۔

اسلامی فکر کے مطابق عورت کا اصل حسن اس کے کردار، عفت، علم اور خدمتِ خلق میں پوشیدہ ہے۔ اسے معاشرے میں باعزت کردار ادا کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اسلام نے عورت کے لیے مرد کی طرح روحانی برابری کا اعلان کیا، لیکن اس برابری کو حیاتیاتی و فطری فرق کے ساتھ ہم آہنگ رکھا، تاکہ معاشرہ توازن کا نمونہ بن سکے۔ اس طرح اسلامی نقطۂ نظر عورت کو ایک ایسا مقام عطا کرتا ہے جہاں وہ عزت، ذمہ داری، محبت اور وقار کے ساتھ اپنی زندگی بسر کر سکتی ہے، اور اپنے کردار کے ذریعے پورے معاشرے کی اصلاح اور ترقی میں حصہ ڈال سکتی ہے۔ اسلامی تعلیمات عورت اور مرد دونوں کو انسانی وقار عطا کرتی ہیں۔ قرآنِ کریم نے انسانیت کی بنیاد پر برابری کا تصور دیا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ۔[3]

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔

یہاں سے یہ تصور ملتا ہے کہ انسانی وجود کی بنیاد جنس کی بنیاد پر کمتر یا بیشتر نہیں ہے۔ اسلامی نظر میں چند اہم اصول درج ذیل ہیں:

عدل و مساوات:

اسلامی تعلیمات میں عدل و مساوات دو ایسے بنیادی اصول ہیں جن پر پورا نظامِ حیات قائم ہے۔ اسلام نے انسانوں کے درمیان کسی بھی قسم کی برتری یا تفریق کو صرف تقویٰ اور کردار سے مشروط کیا ہے، نہ کہ جنس، نسل یا سماجی حیثیت سے۔ اس لحاظ سے عورت اور مرد دونوں کو انسان ہونے کے ناطے برابر حیثیت حاصل ہے۔ تاہم اسلام نے مساوات (Equality) اور عدل (Justice) میں واضح فرق رکھا ہے۔ مساوات کا مطلب ہر حال میں ایک جیسا سلوک نہیں بلکہ عدل کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کو اس کے حق، ضرورت اور فطری صلاحیت کے مطابق مقام دیا جائے۔ اسلام میں عدل ہی وہ بنیاد ہے جو فطرت اور معاشرت دونوں میں توازن پیدا کرتی ہے۔ اسلام نے عورت کو وہ تمام بنیادی حقوق عطا کیے جو انسانی وقار کے لیے ضروری ہیں۔ اسے حقِ ملکیت، حقِ تعلیم، حقِ

رائے، حقِ مہر، حقِ وراثت، اور سماجی تحفظ دیا گیا۔ یہی عدل کا تقاضا ہے کہ عورت کو اس کی حیثیت، ذمہ داریوں اور فطرت کے مطابق حقوق اور مواقع فراہم کیے جائیں۔ اسلام میں عورت کے حقوق کو کسی مغربی تصور یا معاشرتی دباؤ کے نتیجے میں تسلیم نہیں کیا گیا بلکہ یہ حقوق وحی الٰہی کے ذریعے طے کیے گئے ہیں، اس لیے وہ مستقل اور غیر متغیر ہیں۔

عدل و مساوات کے اسلامی تصور میں عورت اور مرد دونوں کو ایک دوسرے کا تکملہ قرار دیا گیا ہے۔ دونوں کی ذمہ داریاں الگ ہو سکتی ہیں، لیکن ان کی عزت، اہمیت اور وقار برابر ہے۔ مثلاً مرد پر مالی ذمہ داری عائد کی گئی ہے جبکہ عورت کو معاشی تحفظ دیا گیا ہے؛ یہ کسی کمزوری کی علامت نہیں بلکہ عدل کی بنیاد پر تقسیمِ کردار ہے۔ اسلام کا مقصد یہ نہیں کہ مرد و عورت ایک جیسے کام کریں بلکہ یہ کہ دونوں انصاف، احترام اور تعاون کے اصولوں پر معاشرہ قائم کریں۔ اس طرح اسلامی عدل و مساوات کا تصور نہ صرف خواتین کے حقوق کے تحفظ کو یقینی بناتا ہے بلکہ ایک متوازن، پرامن اور بااخلاق معاشرے کی تشکیل کا ذریعہ بھی بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو حقوق و ذمہ داریاں عطا کی ہیں، جنس کے لحاظ سے فرقاً کمتر یا مرفوع نہیں۔

اسلام کسی بھی انتہا پسندی کو پسند نہیں کرتا، اور مرد و عورت کے درمیان توازن قائم کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ انسان فطرتاً معاشرتی اور ذمہ دار فرد ہے، چاہے مرد ہو یا عورت، اور دونوں کو اپنی ذات و اجتماع کے تناظر میں حقوق و فرائض دیے گئے ہیں۔ اسلام نے خاندانی نظام کو اہمیت دی ہے اور مرد و عورت کو اس نظام کے اندر مختلف مگر باہم مربوط ذمہ داریاں سونپی ہیں۔ مثلاً اسلامی فقہی کتب میں عورت کے حقوق وراثت، نکاح، مہر، خلع، تعلیم اور معاشی سرگرمی میں حصہ کے موضوعات تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔ ایک مثال کے طور پر المفصل في أحكام المرأة وبيت المسلم في الشريعة الإسلامية کے مصنف عبد الکریم زیدان نے عورت کے احکام اور گھریلو زندگی کے اصول بیان کیے ہیں۔[4]

ہم آہنگی کے پہلو:

اسلامی نقطۂ نظر اور فیمنسٹ نظریات بظاہر مختلف فکری بنیادوں پر استوار ہیں، تاہم ان دونوں میں کئی اہم پہلوؤں پر ہم آہنگی بھی پائی جاتی ہے۔ فیمنزم بنیادی طور پر خواتین کے سماجی، قانونی، تعلیمی اور معاشی حقوق کے تحفظ اور مساوی مواقع کی وکالت کرتا ہے، جبکہ اسلام نے بھی چودہ سو سال قبل عورت کو عزت، مقام اور بنیادی انسانی حقوق عطا کیے۔ دونوں نظریات اس بات پر متفق ہیں کہ عورت کو ظلم، استحصال اور ناانصافی سے آزاد ہونا چاہیے اور اسے اپنے فیصلے کرنے کا حق حاصل ہونا چاہیے۔ اسلام اور فیمنزم کی ہم آہنگی کا پہلا پہلو تعلیم کے حق میں ظاہر ہوتا ہے۔ فیمنسٹ تحریکیں عورت کی تعلیم کو آزادی اور شعور کی بنیاد سمجھتی ہیں، اور اسلام بھی علم حاصل کرنے کو مرد و عورت دونوں کے لیے فرض قرار دیتا ہے۔ اسی طرح معاشی خود مختاری کے حوالے سے بھی دونوں نظریات ایک دوسرے کے قریب ہیں۔ فیمنزم چاہتا ہے کہ عورت کو مالی خود کفالت حاصل ہو، جبکہ اسلام نے عورت کو اپنی محنت کی کمائی، جائیداد اور مہر پر مکمل حق دیا ہے۔ وہ اپنے مالی امور میں آزاد ہے اور کسی پر انحصار کرنے کی پابند نہیں۔

ایک اور ہم آہنگ پہلو تشدد اور ظلم کے خاتمے سے متعلق ہے۔ فیمنزم گھریلو، معاشرتی اور جنسی تشدد کے خلاف آواز اٹھاتا ہے، اور اسلام بھی ظلم کے ہر درجے کو ممنوع قرار دیتا ہے۔ اسلام نے عورت پر ہاتھ اٹھانے کو سختی سے ناپسند کیا اور نبی کریم ﷺ نے عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک کو ایمان کی علامت قرار دیا۔ اسی طرح سماجی شرکت اور قیادت کے معاملے میں بھی دونوں نظریات میں قربت پائی جاتی ہے۔ اسلام نے عورت کو رائے دینے، مشورہ کرنے اور معاشرتی امور میں حصہ لینے کی اجازت دی۔ تاریخِ

اسلام میں خواتین صحابیات کا کردار اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ تعلیم، سیاست، اور سماجی اصلاحات میں سرگرم تھیں۔ تاہم ان ہم آہنگ پہلوؤں کے باوجود اسلام عورت کی آزادی کو اخلاقی حدود میں مقید رکھتا ہے تاکہ معاشرتی توازن اور خاندانی نظام برقرار رہے۔ فیمنزم میں آزادی کا تصور بعض اوقات مطلق (absolute) ہوتا ہے، جب کہ اسلام میں یہ آزادی ذمہ داری اور اخلاق کے ساتھ مشروط ہے۔ اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ اسلام اور فیمنزم دونوں عورت کی عزت، شعور اور تحفظ کے حامی ہیں، لیکن اسلام ان اصولوں کو عدل، اخلاق اور فطرت کے دائرے میں متوازن انداز سے پیش کرتا ہے۔ جب ہم فیمنسٹ تحریک اور اسلامی نقطۂ نظر کا جائزہ لیتے ہیں، تو چند ایسے شعبے واضح ہیں جن میں دونوں نظریات متقابل نہیں بلکہ ہم آہنگ نظر آتے ہیں۔

تعلیم اور شعور:

اسلامی نقطۂ نظر میں تعلیم اور شعور انسانی فلاح اور معاشرتی ترقی کی بنیاد ہیں۔ اسلام نے علم کو محض مردوں کے لیے مخصوص نہیں رکھا بلکہ عورتوں کے لیے بھی اسے فرض قرار دیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

"علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔"[5]

یہ اصول اسلام میں صنفی برابری کا سب سے روشن ثبوت ہے۔ اسلام نے عورت کو علم حاصل کرنے، سیکھنے، سکھانے اور فکری مکالمے میں شریک ہونے کا پورا حق دیا ہے۔ ابتدائی اسلامی دور میں خواتین محدثات، فقیہات، معلمات اور مفسرات کے طور پر نمایاں کردار ادا کرتی رہیں۔ حضرت عائشہؓ، حضرت شفاء بنت عبد اللہؓ اور حضرت فاطمہ بنت قیسؓ اس کی روشن مثالیں ہیں جنہوں نے علمی میدان میں اپنی بصیرت اور فہم و فراست سے اسلام کی علمی روایت کو مضبوط کیا۔

اسلام کے نزدیک تعلیم صرف دنیاوی مہارت کا ذریعہ نہیں بلکہ شعورِ ذات، اخلاقی تربیت اور فکری توازن کا نام ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ عورت اپنے کردار، ذمہ داریوں اور سماجی مقام کو علم و فہم کی روشنی میں پہچانے۔ یہی شعور اسے اپنی حدود و ذمہ داریوں کو بہتر طور پر سمجھنے، اپنے حقوق کے لیے مؤثر آواز اٹھانے اور معاشرے کی اصلاح میں حصہ لینے کے قابل بناتا ہے۔ اسلام کا تصورِ تعلیم عورت کو آزاد خیالی یا بغاوت کی طرف نہیں بلکہ ذمہ دارانہ آزادی اور معنوی خود مختاری کی طرف لے جاتا ہے، جہاں علم انسان کو اپنی تخلیق کے مقصد سے آگاہ کرتا ہے۔

دوسری جانب فیمنسٹ نظریات بھی تعلیم کو عورت کی خود مختاری، خود اعتمادی اور سماجی مساوات کا بنیادی ذریعہ سمجھتے ہیں۔ دونوں نظریات میں اس پہلو پر ہم آہنگی پائی جاتی ہے کہ بغیر تعلیم کے عورت اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار نہیں لا سکتی۔ تاہم اسلام اس شعور کو اخلاقی اقدار اور ایمان کے ساتھ جوڑتا ہے، تاکہ علم و آزادی انسانیت کے فروغ کا ذریعہ بنیں، نہ کہ خاندانی یا معاشرتی انتشار کا سبب۔ یوں، اسلام کے نزدیک تعلیم عورت کو نہ صرف بااختیار بناتی ہے بلکہ اسے ایک باوقار، باشعور اور معاشرے کا فعال رکن بنانے کا ذریعہ بنتی ہے — جو اپنے علم، کردار اور ایمان کے ذریعے معاشرتی ترقی میں حقیقی کردار ادا کرتی ہے۔ فیمنسٹ تحریکیں عورتوں کی تعلیم و تربیت پر زور دیتی ہیں، اور اسلامی تعلیمات بھی یہ فرض کرتی ہیں کہ عورت کو تعلیم حاصل کرنا چاہیے۔ اس لحاظ سے دونوں نظریات میں اشتراک ہے۔

معاشی تحفظ و حقوق:

اسلامی نقطۂ نظر میں معاشی تحفظ اور حقوق عورت کے وقار، استحکام اور خود مختاری کے بنیادی اصولوں میں سے ہیں۔

اسلام نے عورت کو مکمل مالی حق اور قانونی حیثیت دی ہے، جو دنیا کے دیگر معاشرتی نظاموں سے کہیں پہلے فراہم کی گئی۔ عورت کو اپنی محنت کی کمائی، جائیداد، مہر، وراثت اور عطیات پر پورا اختیار حاصل ہے۔ وہ کسی مرد کی ملکیت نہیں بلکہ ایک آزاد فرد ہے جو اپنے مالی معاملات میں خود فیصلے کر سکتی ہے۔ اسلام میں عورت کی معاشی آزادی ذمہ داری اور تحفظ کے اصولوں کے ساتھ جڑی ہوئی ہے، تاکہ وہ معاشرتی استحصال یا مالی دباؤ سے محفوظ رہے۔ اسلامی قانون کے مطابق عورت کو وراثت میں مقررہ حصہ دیا گیا ہے، جو اس کے خاندانی رشتے اور ذمہ داریوں کے لحاظ سے عدل کے مطابق متعین کیا گیا ہے۔ قرآن نے صریح الفاظ میں بیان کیا:

لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا[6]

"مردوں کے لیے اس مال میں حصہ ہے جو والدین اور رشتے دار چھوڑ جائیں، اور عورتوں کے لیے بھی اس مال میں حصہ ہے جو والدین اور رشتے دار چھوڑ جائیں، خواہ وہ مال کم ہو یا زیادہ—حصہ مقرر ہے۔"

یہ آیت اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ اسلام نے عورت کے مالی حقوق کو الٰہی قانون کا درجہ دیا، جسے کوئی سماجی رسم یا روایت سلب نہیں کر سکتی۔

عورت کو مہر (حق مہر) کی صورت میں مالی تحفظ فراہم کیا گیا، جو نکاح کے وقت اس کی مالی خود مختاری کی علامت ہے۔ اسی طرح اگر عورت کام کرتی ہے یا کوئی پیشہ اختیار کرتی ہے، تو اس کی کمائی صرف اس کی ملکیت ہے۔ شوہر یا باپ کو اس پر کوئی اختیار نہیں۔ اسلام نے مرد کو عورت کے نان و نفقہ (معاشی خرچ) کی ذمہ داری دی ہے، چاہے عورت خود مالدار کیوں نہ ہو۔ یہ اصول اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ اسلام میں عورت کے لیے تحفظ اور احترام دونوں پہلو یکجا ہیں—اسے مالی تحفظ دیا گیا، لیکن مالی بوجھ نہیں ڈالا گیا۔

فیمنسٹ نظریات بھی عورت کی معاشی خود مختاری اور استحکام پر زور دیتے ہیں، تاکہ وہ کسی پر انحصار کیے بغیر اپنی زندگی کے فیصلے کر سکے۔ اس پہلو سے اسلام اور فیمنزم میں ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اسلام معاشی آزادی کو اخلاقی و خاندانی ذمہ داریوں کے ساتھ توازن میں رکھتا ہے، جب کہ فیمنزم اکثر اسے مطلق خود مختاری کے تناظر میں دیکھتا ہے۔ اسلام کا مقصد عورت کو مرد کا مقابل نہیں بلکہ اس کا معاون بنانا ہے، تاکہ دونوں مل کر عدل، محبت اور توازن پر مبنی معاشرہ تشکیل دے سکیں۔

یوں، اسلام کا تصورِ معاشی تحفظ نہ صرف عورت کی مالی آزادی کو تسلیم کرتا ہے بلکہ اسے عزت، اطمینان اور وقار کے ساتھ زندگی گزارنے کا موقع فراہم کرتا ہے—ایک ایسا نظام جو حقوق، ذمہ داریوں اور انصاف کے اصولوں پر قائم ہے۔

فیمنزم یہ مطالبہ کرتی ہے کہ عورت کو معاشی سرگرمیوں میں حصہ ملے، اجرت کی برابری ہو، اور روزگار کے مواقع فراہم ہوں۔ اسلام نے بھی عورت کو ملکیت کا حق، کاروبار کرنے کا حق، اور اجرت لینے کا حق عطا کیا ہے۔ اس لحاظ سے، عورت کی معاشی خود مختاری کے موضوع پر دونوں نظریات ایک دوسرے کی حمایت کرتے ہیں۔

تشدد سے آزادی:

اسلامی نقطۂ نظر میں تشدد سے آزادی عورت کے بنیادی انسانی اور اخلاقی حقوق میں سے ہے۔ اسلام نے عورت کو جسمانی، جذباتی، اور معاشرتی ظلم و جبر سے مکمل تحفظ فراہم کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کو ایمان کا معیار قرار دیا اور فرمایا:

"تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ بہترین سلوک کرے، اور میں تم سب سے زیادہ اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ بہتر سلوک کرنے والا ہوں۔"[7]

یہ تعلیم ظاہر کرتی ہے کہ اسلام میں عورت کے ساتھ کسی بھی قسم کا تشدد، جبر یا ظلم سراسر ممنوع ہے۔ اسلام نے عورت کی عزت اور جان کی حفاظت کو اسی طرح محترم قرار دیا ہے جیسے مرد کی، اور کسی کو بھی یہ حق نہیں دیا کہ وہ طاقت یا اختیار کے زور پر عورت کو دبائے یا نقصان پہنچائے۔

قرآنِ مجید نے بھی واضح ہدایت دی ہے کہ مرد اور عورت ایک دوسرے کے "لباس" ہیں، یعنی ایک دوسرے کے محافظ اور تسکینِ نفس کا ذریعہ۔ یہ تشبیہ اس بات کی علامت ہے کہ ازدواجی تعلق محبت، اعتماد اور احترام پر مبنی ہونا چاہیے، نہ کہ تشدد یا غلبے پر۔ اسلام میں عورت پر ہاتھ اٹھانا سخت ناپسندیدہ عمل قرار دیا گیا ہے، اور نبی ﷺ نے اپنے پورے حیاتِ مبارکہ میں کبھی کسی عورت پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔

اسلامی قانون (شریعت) میں عورت کے تحفظ کے لیے کئی قانونی اور اخلاقی اقدامات موجود ہیں۔ اگر شوہر ظلم کرے تو عورت کو خلع، عدالت یا ثالثی کے ذریعے انصاف لینے کا حق حاصل ہے۔ اسی طرح معاشرتی سطح پر بھی ظلم کے خلاف آواز اٹھانا ایک اجتماعی ذمہ داری ہے۔ قرآن نے ظلم کے خلاف خاموشی کو ناپسند کیا اور عدل و احسان پر مبنی تعلقات قائم کرنے کا حکم دیا۔

فیمنسٹ نظریات بھی عورت پر ہونے والے جسمانی، نفسیاتی اور معاشرتی تشدد کے خلاف جدوجہد کو اپنی تحریک کا بنیادی حصہ قرار دیتے ہیں۔ اس پہلو سے اسلام اور فیمنزم میں نمایاں ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ دونوں کا مقصد عورت کی عزت، تحفظ اور خودمختاری کو یقینی بنانا ہے۔ البتہ اسلام اس تحفظ کو صرف قانونی دائرے تک محدود نہیں رکھتا بلکہ اخلاقی، روحانی اور خاندانی بنیادوں پر استوار کرتا ہے، تاکہ عورت کو عزت و احترام کا حقیقی مقام حاصل ہو۔

یوں، اسلام کا تصورِ تشدد سے آزادی محض ایک سماجی نعرہ نہیں بلکہ ایک مکمل اخلاقی نظام ہے جو عورت کو امن، عزت اور وقار کے ساتھ زندگی گزارنے کا حق دیتا ہے، اور معاشرے کو انصاف و محبت پر قائم کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

فیمنسٹ تحریکیں گھریلو و معاشرتی تشدد کے خلاف سرگرم ہیں۔ اسلامی نقطۂ نظر بھی ظلم، تشدد اور زیادتی کو جائز نہیں سمجھتا۔ اسلام میں عورت پر ظلم حرام ہے، اور عدل کے قیام کا حکم ہے۔ اس اعتبار سے، تشدد سے آزادی کے مقصد پر دونوں کا موقف مشترک ہے۔ مثلاً ایک تحقیق میں کہا گیا ہے کہ اسلام عورت کو سماجی، سیاسی اور قانونی حقوق دینے کا متحمل ہے، لیکن پاکستانی معاشرے میں پدرشاہانہ (پٹرارکی) ساخت نے اس کی راہ میں روڑے ڈالے ہیں۔[8]

اختلاف کے نکات:

اگرچہ ہم آہنگی بہت کچھ ہے، مگر اختلافات بھی واضح ہیں جہاں فیمنسٹ تحریکیں اور اسلامی نقطۂ نظر ایک دوسرے سے مختلف سمت اختیار کرتے ہیں۔

جسمانی خودمختاری اور "میرا جسم، میری مرضی"۔ پاکستانی فیمنسٹ تحریکوں میں سے "عورت مارچ" کے نعروں میں سے ایک اہم نعرہ ہے: "میرا جسم، میری مرضی". یہ نعرہ عورت کی جسمانی و جنسی خودارادیت کو اجاگر کرتا ہے، یعنی عورت کو مکمل اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنے جسم کے متعلق فیصلے خود کرے۔ اس نظریے کے تناظر میں یہ ممکن ہے کہ عورت کی شادی، نکاح، بچے پیدا کرنے یا

نہ کرنے، اور اپنی جنسی شناخت جیسے موضوعات پر آزادانہ انتخاب کرے۔ اس کے بر خلاف، اسلامی نقطۂ نظر میں عورت کی آزادی کا دائرہ — اگرچہ بہت وسیع — مگر ایک اخلاقی، شرعی اور سماجی ذمہ داری کے تناظر میں محدود ہے۔ اسلام صرف فردی حقوق کو نہیں بلکہ سماجی ذمہ داریوں، خاندانی ذمہ داریوں، اور معاشرتی توازن کو بھی مد نظر رکھتا ہے۔ اس لیے بعض فیمنسٹ اصطلاحات جیسے جسمانی خود ارادیت کی لامحدود تشریح اسلامی اصولوں کے اندر اس طرح پذیرائی نہیں پاتی۔

خاندانی نظام اور کرداروں کا امتیاز:

فیمنسٹ تحریکیں بعض اوقات روایتی خاندانی کرداروں، جن میں مرد نان و نفقہ اور عورت گھریلو خدمات کی ذمہ دار ہے، کو چیلنج کرتی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ عورت کو مکمل برابر رول ملنا چاہیے؛ مثلاً فیصلہ سازی میں انحصار نہیں بلکہ فیصلہ سازی کے مساوی حصہ دار ہونا چاہیے۔ اسلامی نکتہ نظر مرد و عورت دونوں کو حقوق دیتے ہوئے، مگر انھیں فطری اور معاشرتی امتیاز کے تحت ذمہ داریاں بھی دیتا ہے — مثلاً مرد کو خاندان کا کفیل اور ذمہ دار بنایا گیا ہے، عورت کو گھر اور تربیت کا اہم حصہ۔ اس امتیاز کو اسلام نے فطری تناظر میں تسلیم کیا ہے تاکہ معاشرتی توازن قائم رہے۔ اس لیے فیمنسٹ تحریکوں کی اس جانب پیش رفت، جہاں وہ خاندانی نظام کی ساخت کو مکمل طور پر تبدیل کرنا چاہتی ہیں، اسلام کے بعض تصورات سے مختلف ہے۔

نظریاتی بنیاد اور عالمی اثرات:

فیمنزم کا ارتقا مغربی معاشروں سے ہوا اور اس نے مختلف "موجوں" (waves) اختیار کیے ہیں: حقوقِ ووٹنگ، معاشی مساوات، جنسی خود ارادیت، شناختی سیاست وغیرہ۔ بعض نقاد کہتے ہیں کہ اس نظریے نے مغربی اقدار اور لبرل تصور آزادی کو بنیاد بنایا، اور یہ اقدار ہر معاشرے کے سماجی–ثقافتی تناظر میں براہِ راست منتقل نہیں ہو سکتیں۔ پاکستانی اور اسلامی سیاق وسباق میں ایک مطالعے نے کہا ہے:

"مغربی فیمنزم وہ سمجھنے کے لیے ناکافی ہے جو پاکستانی مسلم عورت کی زندگی کو بیان کرے گی"[9]۔

اسلامی نقطۂ نظر اس بات پر زور دیتا ہے کہ حقوق و ذمہ داری دونوں کو ساتھ لے کر چلنا چاہیے، اور اجتماعی ذمہ داری و اخلاقی حدود کا لحاظ رکھنا چاہیے۔ اس اعتبار سے، فیمنسٹ تحریکوں اور اسلامی اصولوں کے مابین نظریاتی بنیاد پر کشمکش کا امکان ہے۔

پاکستان کا سماجی و قانونی منظر:

پاکستان میں فیمنسٹ تحریکوں نے قانونی اور سماجی اصلاحات کے حصول میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ مثلاً Women's Action Forum (WAF) کی جدوجہد کے تناظر میں کتاب Ayesha Khan کی مذکورہ بالا تحریر اہم ہے۔ ایرانائزیشن کے دور میں خواتین کے حقوق محدود ہوئے، اور اس کے خلاف سماجی تحریکیں اٹھیں۔

مزید یہ کہ ایک مقالے نے خواتین کی سیاسی شرکت کے حوالے سے مذہبی اور سیکولر بیانیوں کا تجزیہ پیش کیا ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ مذہبی لسانیات نے بعض اوقات خواتین کی شراکت میں رکاوٹیں پیدا کی ہیں۔

علاوہ ازیں، پاکستان میں جدید فیمنسٹ تحریکوں نے "عورت مارچ" جیسے پلیٹ فارم سے گھریلو تشدد، جنسی ہراسگی، بچیوں کی تعلیم، اور خواتین کی معاشی شرکت کے موضوعات کو منظرِ عام پر لایا ہے۔ اس تحریک نے جسمانی خود ارادیت، آزادی اظہار، اور صنفی برابری جیسے موضوعات کو اجاگر کیا ہے، جنہوں نے بعض سماجی و مذہبی حلقوں میں تشویش اور اختلاف کو جنم دیا ہے۔

تقابلی جائزہ اور تنقیدی نقطۂ نظر:

مذکورہ بالا بحث کی بنیاد پر ہم درج ذیل نکات پر غور کر سکتے ہیں:

مشترکہ اہداف کی صورتِ حال:

دونوں نظریاتی زاویے — فیمنسٹ اور اسلامی — اس بات پر متفق ہیں کہ عورت کو تعلیم کا حق، معاشی تحفظ، اور تشدد سے نجات حاصل ہونی چاہیے۔ یہ انسانی وقار اور عدل کا تقاضا ہے۔ اس لحاظ سے مطابقت موجود ہے۔

اختلاف کا میدان:

جہاں فیمنسٹ تحریک جسمانی خود ارادیت، مکمل مساوی شرکت، اور خاندانی کرداروں کی تبدیلی پر زور دیتی ہے، وہاں اسلامی نقطۂ نظر مرد و عورت کے بیچ فطری امتیازات اور مشترک ذمہ داریوں کو تسلیم کرتا ہے۔ یہ امتیازات ظلم یا کمتر ہونے کی علامت نہیں بلکہ ایک نظم اور ذمہ داری کا حصہ قرار دیے گئے ہیں۔ اس لحاظ سے، تحریک کا وہ حصہ — جس میں "خاندانی نظام کی تبدیلی" یا "مکمل جسمانی خود ارادیت" کی حدود بیان کی گئی ہوں — اسلامی اصولوں کے تناظر میں چیلنج بن سکتی ہے۔

سماجی و ثقافتی تناظر کی اہمیت:

پاکستان جیسے معاشرے میں جہاں روایتی، مذہبی اور ثقافتی عناصر مضبوط ہیں، فیمنسٹ نظریات کو بغیر موافقت کے لاگو کرنا دشوار ہو سکتا ہے۔ اس عمل میں فوری تقابل مغربی معاشروں کے تجربات سے کرنا ممکن نہیں، کیوں کہ مقامی تاریخی، معاشی، مذہبی اور ثقافتی عوامل مختلف ہیں۔ ایک تحقیقی مطالعے میں کہا گیا ہے کہ "تہذیبی، اسلام اور فیمنزم کا تناظر پاکستان میں ایک تفاعل کا میدان ہے جسے صرف مغربی نظریات سے سمجھنا ممکن نہیں"۔[10]

اسلامی اصول کے اندر جدت اور تجدید کی گنجائش:

اسلام ایک جامد نظام نہیں بلکہ تاریخی اور سماجی تبدیلیوں کے تناظر میں اپنی تعلیمات کو پیش کرتا رہا ہے۔ اس بات کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی اصولوں کی روشنی میں عورت کے حقوق کے فروغ کے لیے جدت پسندی اور تجدید کی گنجائش موجود ہے۔ مثلاً تعلیم، ملازمت، سماجی شرکت — یہ تمام اسلامی تعلیمات کے اندر قابلِ فروغ ہیں۔ ایک مقالے میں کہا گیا ہے کہ اسلام عورت کو سماجی، سیاسی اور قانونی حقوق دے رہا ہے، مگر پاکستانی معاشرے میں پدر شاہانہ ساخت نے اس راہ میں رکاوٹیں پیدا کی ہیں۔

ملخص مقالہ و نتائج:

پاکستان کے موجودہ سماجی اور فکری منظرنامے میں خواتین کے حقوق اور ان کے کردار پر ہونے والی بحث نہایت اہمیت اختیار کر چکی ہے۔ فیمنسٹ تحریکوں نے اس تناظر میں خواتین کے لیے مساوی مواقع، تشدد سے آزادی، اور خود مختاری کے حوالے سے کئی مثبت مباحث کو جنم دیا ہے۔ ان تحریکوں نے اس امر کو اجاگر کیا کہ عورت محض ایک صنف نہیں بلکہ ایک فعال اور باصلاحیت فرد ہے جو معاشرے کی ترقی میں مرکزی کردار ادا کر سکتی ہے۔ ان کی جدوجہد نے تعلیمی اداروں، ابلاغی ذرائع، اور پالیسی سطح پر عورت کے حقوق سے متعلق حساسیت میں اضافہ کیا ہے۔ دوسری جانب، اسلامی نقطۂ نظر عورت کے مقام کو صرف حقوق کے تناظر میں نہیں بلکہ ذمہ داری، اخلاق اور عدل کے توازن میں دیکھتا ہے۔ اسلام نے عورت کو انسانی وقار، عزت اور تحفظ فراہم کیا ہے اور اسے وہ حقوق دیے جو اس کے کردار اور فطرت کے مطابق ہیں۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق عورت کی عزت اور حرمت پورے

معاشرے کی اخلاقی بنیاد ہے۔ چنانچہ اسلام عورت کے لیے تعلیم، ملکیت، رائے اور معاشرتی شرکت کے حقوق تسلیم کرتا ہے، لیکن ان سب کو اخلاقی حدود اور سماجی ذمہ داریوں سے مربوط رکھتا ہے تاکہ فردی آزادی، خاندانی استحکام کے ساتھ متوازن رہے۔ اسلام اور فیمنزم دونوں کے درمیان اشتراک کے کئی پہلو موجود ہیں۔ دونوں عورت کو ظلم، ناانصافی اور استحصال سے آزاد دیکھنا چاہتے ہیں۔ دونوں اس کے لیے تعلیم، آگاہی اور سماجی انصاف پر زور دیتے ہیں۔ تاہم فرق اس وقت نمایاں ہوتا ہے جب فیمنسٹ نظریات عورت کی مکمل جسمانی خودمختاری یا خاندانی ڈھانچے کی از سرِ نو تعریف کی بات کرتے ہیں، کیونکہ اسلام ان تصورات کو معاشرتی توازن اور اخلاقی نظم کے لیے خطرہ سمجھتا ہے۔ اسلام آزادی کو ذمہ داری اور حدود کے ساتھ منسلک کرتا ہے، تاکہ معاشرہ انارکی کے بجائے عدل و امن کی بنیاد پر قائم رہے۔ مستقبل کے تناظر میں سب سے اہم ضرورت اس بات کی ہے کہ ایک اسلامی فیمنزم یا مقامی نسوانیت کی فکری بنیاد مضبوط کی جائے، جو مغربی تصورات کے بجائے اسلامی اصولوں سے ہم آہنگ ہو۔ ایسی سوچ خواتین کے حقیقی مسائل —جیسے تعلیم، روزگار، وراثت، تشدد، اور سماجی رویوں— کو اسلامی اقدار کے اندر رہتے ہوئے حل کرنے کی راہ دکھاسکتی ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ مذہبی علما، ماہرینِ تعلیم، اور سماجی کارکن مل کر ایک ایسا علمی و عملی فریم ورک تیار کریں جو عورت کے وقار، مساوات اور تحفظ کو یقینی بنائے۔ یوں، پاکستان میں فیمنسٹ تحریکوں اور اسلامی نقطۂ نظر کے مابین مکالمہ محض فکری اختلاف نہیں بلکہ ایک تعمیری موقع ہے۔ ایسا موقع جو اگر دانش مندی سے استعمال کیا جائے تو ایک متوازن، باوقار اور انصاف پر مبنی معاشرہ تشکیل دے سکتا ہے، جہاں عورت اور مرد دونوں اپنی ذمہ داریوں اور حقوق کے ساتھ مل کر ترقی و اصلاح کی راہ پر گامزن ہوں۔

سفارشات اور متوازن زاویہ:

اس تنقیدی جائزے کی روشنی میں چند سفارشات پیش کی جاسکتی ہیں تاکہ ایک متوازن زاویہ اختیار کیا جائے، جو اسلامی اقدار کی حدود میں رہ کر خواتین کے جائز اجتماعی، سماجی اور قانونی حقوق کو فروغ دے سکے:

1. اسلامی تعلیمات کی روشنی میں عورت کے حقوق کو واضح اور جدید انداز میں تشریح کی جائے —مثلاً تعلیم، روزگار، فیصلہ سازی میں شرکت— اور اس کو سماجی پُرزرق و برق انداز سے عوام تک پہنچایا جائے۔
2. مرد و عورت کے بیچ فطری امتیازات کی اسلامی حیثیت کو سماج میں وضاحت سے سمجھایا جائے کہ یہ امتیازات ظلم یا کمزوری کی دلیل نہیں بلکہ معاشرتی توازن کے لیے فرض کیے گئے ہیں۔ اس وضاحت سے فیمنسٹ تحریکوں کی بعض اقدار کے ساتھ تکلف کم ہو سکتا ہے۔
3. خاندانی نظام کو اجاگر کرتے ہوئے اس میں عورت کے کردار اور حصہ کو مستحکم کیا جائے، نہ صرف بطور خدمت گزاری بلکہ فیصلہ ساز حصہ دار کے طور پر۔ اس طرح عورت کی خودمختاری اور خاندانی قدر دونوں کو تسلیم کیا جائے۔
4. گھریلو تشدد، جنسی ہراسگی، ازدواجی تشدد کے خلاف سخت قانونی ضابطے اور سماجی آگاہی مہمات چلائی جائیں، جن کو اسلامی تعلیمات اور فیمنسٹ تصورات دونوں فعال انداز سے تقویت فراہم کرسکتے ہیں۔

5. پاکستان کی مخصوص ثقافتی، مذہبی اور معاشی صورتحال کا ادراک کرتے ہوئے فیمنسٹ تحریکوں کو مقامی تناظر میں تشریح اور عمل میں لانا چاہیے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ "مغربی فیمنزم" کے تمام اقدار کو بلا بحث اپنانا درست نہیں، بلکہ مقامی معاشرے، مذہب اور ثقافت کی بنیاد پر مناسب موازنہ اور تشکیل ضروری ہے۔

All Rights Reserved © 2025 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

حوالہ جات و حواشی

[1] Khan, Ayesha. *The Women's Movement in Pakistan: Activism, Islam and Democracy.* London: I.B. Tauris & Company, 2018, p. 43.

[2] Zia, Afiya Shehrbano. *Faith and Feminism in Pakistan: Religious Agency or Secular Autonomy?* Lahore: Folio Books, 2020, p. 179.

[3] سورة الحجرات – ١٣

Sūrat al-Ḥujurāt – 13

[4] زیدان، عبدالكريم۔ المفصل في أحكام المرأة وبيت المسلم في الشريعة الإسلامية۔ بیروت: مؤسسة الرسالہ، ١٩٩٣ء، ص ٢٨۔

Zaydān, ʿAbd al-Karīm. Al-Mufaṣṣal fī Aḥkām al-Marʾah wa-Bayt al-Muslim fī al-Sharīʿah al-Islāmiyyah. Beirut: Muʾassasat al-Risālah, 1993, p. 28.

[5] ابنِ ماجه، محمد بن يزيد، سنن ابنِ ماجه، كتاب السُّنَّة، باب فضل العلماء و حث الناس على طلب العلم، بیروت: دارالفکر، حدیث نمبر: ٢٢٤۔

Ibn Mājah, Muḥammad ibn Yazīd. Sunan Ibn Mājah, Kitāb al-Sunnah, Bāb Faḍl al-ʿUlamāʾ wa-Ḥathth al-Nās ʿalā Ṭalab al-ʿIlm. Beirut: Dār al-Fikr, Ḥadīth No. 224.

[6] سورة النساء: ٧

Sūrat al-Nisāʾ: 7

[7] الترمذی، محمد بن عیسی۔ جامع الترمذی۔ کتاب المناقب، باب فی مناقب أزواج النبی ﷺ، بیروت: دار احیاء التراث العربی، حدیث نمبر: ٣٨٩٥۔

Al-Tirmidhī, Muḥammad ibn ʿĪsā. Jāmiʿ al-Tirmidhī, Kitāb al-Manāqib, Bāb fī Manāqib Azwāj al-Nabī ﷺ. Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, Ḥadīth No. 3895.

[8] صدیق، حافظ محمد، اور محمود، صدف، اسلام اور فیمنزم: پاکستان کے پسِ منظر میں صنفی مساوات کا معیاری جائزہ، پاکستان جرنل آف اسلامک ریسرچ، جلد ١٧، شمارہ ٢ (٢٠١٦ء)، ٣٤٠۔

Ṣiddīq, Ḥāfiẓ Muḥammad, and Maḥmūd, Ṣadaf. "Islām aur Feminism: Pākistān ke Pas-i Manẓar meṅ Ṣanfī Masāwāt kā Miʿyārī Jāʾizah." Pakistan Journal of Islamic Research, vol. 17, no. 2 (2016), p. 340.

[9] ناز، بُشرہ، شاہید، زینت، اور ارشد، صدیہ، فیمنزم کی ڈائنامکس، تیسری دنیا کی خواتین، ثقافت اور اسلام: 'عورت مارچ' کا پوسٹکولونیل مطالعہ، جلد ١٩، شمارہ ١ (٢٠٢٢ء): ٧–٢٢۔

Nāz, Bushrah; Shāhid, Zainat; and Arshad, Ṣidiyah. "Feminism kī Dynamics, Tīsrī Dunyā kī Khawātīn, Thaqāfat aur Islām: 'Aurat March' kā Postcolonial Muṭālaʿah." vol. 19, no. 1 (2022): pp. 7–22.

[10] ایضاً۔

Ibid.